قاضی محمد اسلم صاحب سیفؔ فیروزپوری۔ ماموں کانجن

خالی ہے جام و سبو تیرے بعد

تقریباً ایک ماہ سے یہ کھٹکا برابر لاحق تھا کہ جمعیت اہلحدیث پنجاب کے امیر جامعہ علوم اثریہ جہلم کے بانی حضرت مولانا حافظ عبدالغفور کی صحت روز بروز بگڑ رہی ہے۔ جب سے موصوف کو ملٹری ہسپتال راولپنڈی میں داخل کیا گیا ہماری تشویشناکی میں بہت زیادہ اضافہ ہوگیا۔ تا آنکہ سولہ اکتوبر جمعرات تین بجے دن باطل قوتوں سے زندگی بھر ٹکرانے والی یہ شخصیت موت کے ہاتھوں گھائل ہوگئی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ موصوف سالہا سال سے دردِ گردہ، شوگر (جواب بلڈ شوگر کی شکل اختیار کر گئی تھی) کے عارضہ سے دوچار تھے۔ اسی موذی مرض نے اتنا عظیم، اتنا نفیس، اتنا خلیق اور اتنا شریف انسان ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہم سے چھین لیا۔

حافظ صاحب کی ولادت اپریل ۱۹۲۴ء کو ہوئی تھی۔ اس اعتبار سے آپ نے مسنون عمر پائی اور اپنی حیات مستعار میں عظیم علمی، دینی اور تاریخی کارنامے انجام دیئے۔ حافظ صاحب کی شخصیت کو دیکھ کر علامہ اقبال کی زبان میں کہا جا سکتا ہے ؎

ہزاروں سال نرگس اپنی بے نوری پہ روتی ہے
بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا

موت سے کس کو رستگاری ہے، موت ہر متنفس کے لئے مقدر ہے۔ موت کے آہنی پنجہ سے نہ کبھی کوئی شاہزور بچ سکا اور نہ ہی اس نے کبھی صالح عالم، فاضل اور متقی شخص کو معاف کیا۔ موت انسان کا آخری انجام ہے۔ موت کا سکہ ہردم اور ہر جگہ رواں دواں ہے۔ بقول اقبال ؎

کلبۂ افلاس میں، دولت کے کاشانے میں موت — دشت و در میں، شہر میں، گلشن میں، ویرانے میں موت
موت ہے ہنگامہ آرا قلزم خاموش میں — ڈوب جاتے ہیں سفینے موت کی آغوش میں
نے مجال شکوہ ہے، نے طاقت گفتار ہے! — زندگانی کیا ہے، اک طوق گلو افشار ہے!

حضرت حافظ صاحب پاکستان کے مایہ ناز سپوت اور دیدہ ور شخصیت تھے۔ تقریباً

چالیس برس سے ان کے ساتھ آشنائی اور پچیس برس سے یکجائی تھی۔ پوری زندگی میں ایسا راستباز، کم گو، با اخلاق، دیانتدار، متقی، پرہیزگار، شب زندہ دار، مہمان نواز، للّٰہیت کا پتلا، اخلاق کا مجسمہ اور دین کا سراپا شخص نہیں دیکھا۔ سچی بات یہ ہے کہ حافظ عبد الغفور کی وفات سے زمین کا ایک اور ستارہ ٹوٹ کر آسمان کے ستاروں سے جا ملا۔ زندگی کا وہ کون سا موڑ ہوگا، جماعتی اور علمی کارکردگی کا وہ کون سا پہلو ہوگا جہاں حافظ عبد الغفور کی یاد ہمیں تڑپا یا نہ کرے گی۔ وہ ایک عظیم باپ، عظیم بھائی، عظیم بزرگ، عظیم عالم، عظیم مبلغ، دل کے اجلے، کردار کے ستھرے، شرافت کے پتلے، نجات کے مجسمے، صحت کے دبلے، زبان کے رسیلے، طبیعت کے سجیلے انسان تھے۔ دل کے غنی، بات کے دھنی، سیرت کے جلی اور اللہ کے ولی تھے۔ حافظ صاحب پر مفصل قلم تو بعد میں اٹھایا جائے گا، سردست ان کی شفقت بھری رفاقت میں جو پچیس[۲۵] برس گزرے ہیں، ان کی واقعاتی، مشاہداتی تصویر مختصر تاثرات کی شکل میں حوالہ قلم و قرطاس کی جا رہی ہے۔ راقم کو ان کی جدائی سے کس قدر عظیم صدمہ پہنچا ہے الفاظ و حروف اور قلم و قرطاس انہیں ضبط کرنے سے قاصر ہیں۔ گزشتہ ۹ سال سے پے در پے صدمات سے دوچار ہوں بلکہ صدمات نے جوانی میں بوڑھا کر دیا ہے۔ لیکن حافظ عبد الغفور کی وفات کا صدمہ ان سب سے دوچند ہے۔ حافظ عبد الغفور مرحوم جنہیں اب مرحوم لکھتے وقت قلم کانپتا، دل لرزتا، روح تڑپتی اور ہاتھ کپکپاتا ہے۔ ایسی وجیہہ، خلیق، شریف، حلیم، ذہین، متقی، مخلص، مہمان نواز، خلوص و محبت کی حسین امتزاج شخصیت چراغ رخ زیبا لے کر ڈھونڈتے سے بھی نہیں ملتی۔

حافظ عبد الغفور کی موت ایک انجمن کی موت ہے۔ آغا شورش کاشمیری مرحوم اکثر کہا بلکہ لکھا کرتے تھے کہ کسی کی عظمت کا صحیح اندازہ کرنا ہو تو اس کی موت کا انتظار کرو۔ یقیناً حافظ عبد الغفور کی موت ان کی عظمت و رفعت پر مہر ثبت کر چکی ہے۔ ان کے مرنے پر ہزاروں انسان روئے ہیں۔ جہلم شہر نے ان کی نہ صرف عظمت کا اعتراف کیا ہے بلکہ ہر حلقہ فکر کے لوگوں نے انہیں خراج عقیدت پیش کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنی حیات مستعار میں علمی، دینی، تحقیقی، سیاسی، سماجی، رفاہی، ملی، قومی، تبلیغی ہر اعتبار سے تاریخ کو اتنا کچھ دے گئے ہیں کہ زمانے کی کوئی گردش

اور کوئی طوفان انہیں ہرگز ہرگز نہیں مٹا سکتا۔

یہ حقیقت ہے کہ مرحوم و مغفور نے حیاتِ مستعار کا سفر انتہائی بے سروسامانی کے عالم میں شروع کیا تھا۔ وہ ظاہری اسباب و محرکات جو کسی شخصیت کی عظمت کا پیش خیمہ ہوتے ہیں مثلاً خاندانی وجاہت، سماجی حیثیت، معاشی استحکام، معاشرتی سربلندی، دولت، تعلقات، شہرت و ناموری کی عظیم شخصیت کی پشت پناہی انہیں کوئی بھی حاصل نہ تھی۔ آغاز سفر میں ان کے لئے حالات ناسازگار تھے۔ سفر کٹھن، مراحل دشوار گزار، منزل دور بہت دور تھی۔ وہ قید و بند، اپنوں بیگانوں کی مخالفتوں، بعض کم ظرف انسانوں کی دشمنیوں اور زمانے کی سختیوں کے علی الرغم بلکہ ان سے جنگ کرتے ہوئے ہمیشہ آگے بڑھتے رہے۔ دبنا، ڈرنا، بکنا انہوں نے سیکھا ہی نہ تھا۔ بالآخر جہدِ مسلسل اور عملِ پیہم کے بعد وہ اس مقامِ رفیع پر پہنچ گئے جہاں ہر کسی نے ان کے وجود، ان کے مقام اور ان کی حیثیت کو نہ صرف محسوس کیا بلکہ تسلیم کیا۔ دوستوں، دشمنوں، اپنوں، بے گانوں سب نے ان کے مقام و وجود اور ان کی شخصی عظمت و حیثیت کا اعتراف کیا ہے۔ حافظ عبدالغفور ایک متحرک قوت، ایک اضطرابِ مسلسل، ایک حرکتِ پیہم، ایک دائمی جہد و سعی، حق کی حمایت میں ایک زبردست یلغار، باطل کے خلاف ایک عظیم للکار اور ایک سکوت شکن ہلچل کا نام تھا۔ اب ان کی موت ان سب چیزوں کی موت ہے۔

حافظ صاحب کی جدائی کا داغ اپنوں کو کب بھول سکتا ہے جبکہ بیگانے بھی ان کے داغِ مفارقت سے ذہنی کرب میں مبتلا ہیں۔ چونکہ یہ بدنصیب ان کے جنازہ میں شرکت کی سعادت سے محروم رہا اور ان کی آخری زیارت بھی نہ کر سکا، اس لئے وہ تصورات میں چلتے پھرتے، گفتگو کرتے، اپنوں بیگانوں سے شفقت سے پیش آتے نظر آتے ہیں اور جب ان کی دائمی جدائی کا تصور آتا ہے تو دل میں ایک ہوک سی اٹھتی ہے اور طبیعت پر ایک اداسی سی چھا جاتی ہے اور ان کی جدائی کے تصور سے آنکھوں کے آگے ایک سیاہی سی پھیل جاتی ہے۔ ہائے آغا شورش کاشمیری مرحوم نے ہمارے دل کی کیسی ترجمانی فرمائی۔ ؎

کیسے کیسے دوست تھے جو بادلِ ناخواستہ دوستوں کو ایک لافانی جدائی دے گئے

ہائے گھر کی رونق جس ہنگامے پر موقوف تھی وہ ہنگامہ حافظ عبدالغفور کی وفات حسرت آیات سے ہمیشہ کے لئے سکوت مرگ میں تبدیل ہوگیا۔ حضرت مولانا حافظ عبدالغفور صاحب ایک جامع صفات، جامع حیثیات اور جامع کمالات بزرگ تھے۔ وہ ہمیشہ عاجزوں میں عاجز اور متکبروں میں کبر شکن بنکر رہتے، خوش پوش، خوش خوراک، خوش لباس، خوش وضع اور خوش خصائل انسان تھے۔ دیانت و امانت، خلوص للّٰہیت، ایثار و استقامت، کام کی لگن، نصب العین کے حصول کی تڑپ کے اعتبار سے وہ اپنی مثال آپ تھے۔ دینداری کا یہ عالم تھا کہ زندگی کا ایک ایک لمحہ دین کی سربلندی، دین کی تبلیغ و اشاعت، دینی علوم کی تعلیم و تدریس، دینی افراد و اشخاص کی خدمت و مدارت اور دینی اوامر و نواہی پر عمل پیرا ہونے کیلئے وقف رہا۔ دینی خلوص کا یہ عالم تھا کہ اپنی تمام اولاد کو دینی علوم سے آراستہ کیا اور اپنی زندگی میں اپنے پانچوں علماء فضلاء صاحبزادگان کو دینی علوم کی تدریس و تعلیم کے مختلف محاذوں پر متعین کیا۔ موصوف اس اعتبار سے اپنے اقران و اماثل میں یقیناً بلند بخت اور خوش نصیب ہیں کہ ان کی فاضل اولاد نے ان کی زندگی میں ان کے مشن کی تکمیل کے لئے اپنے کو کھپا لیا، زندگی بھر دوست داری اور دوست نوازی کی بلند روایات قائم کیں۔ کسی کو دشمن بنانا ان کے مزاج اور صاف ستھری سیرت و کردار کے منافی تھا بلکہ ہمیشہ ان کی اخلاقی عظمتوں نے دشمنوں کو اپنا والہ و شیدا بنالیا مختلف دینی اور سیاسی تحریکوں میں بھرپور کردار ادا کیا۔ تحریک ختم نبوت ۱۹۵۳ء، تحریک ختم نبوت ۱۹۷۴ء، تحریک بحالی جمہوریت، تحریک نظام مصطفٰی غرض ہر دینی و سیاسی تحریک میں ہمیشہ نہ صرف پیش پیش رہے بلکہ قائدانہ سج دھج سے اپنوں اور بیگانوں سے اپنی عظمتوں کا لوہا منوایا، شمالی پنجاب، آزاد کشمیر اور صوبہ سرحد کے کوہستانی سخت مزاج لوگوں میں مسلک اہلحدیث کی لطافتوں کا فیضان عام کیا۔ بحمداللہ ان کی شب و روز کی مخلصانہ مساعی کا یہ ثمرہ ہے کہ آج مسلک عمل بالحدیث کے عاملین و حاملین شمالی پنجاب کے ریگزاروں میں صوبہ سرحد کے کوہستانوں، آزاد کشمیر کے دامن ہمالیہ میں بکثرت موجود ہیں۔ جامعہ علوم اثریہ للبنین والبنات ان کا وہ شاہکار ہے جو ان کی نجات کے لئے کافی ہے۔ اللہ تعالےٰ

نے تحمل، حوصلہ عزم راسخ، یقین محکم، عمل پیہم کی لازوال دو لتوں سے انہیں خوب نوازا تھا۔ غرض حضرت مولانا حافظ عبدالغفور گمنامی کی صفوں سے اٹھے۔ اپنی محنت، صلاحیت، ذہانت، فطانت، قابلیت، خلوص، دیانت، امانت، تقویٰ، تدین، للہیت علمی وجاہت اور دینی عظمت کی بدولت شہرت کے آسمان پر پہنچے۔ اللہ تعالیٰ نے قبولیت عامہ اور ہر دلعزیزی کی لازوال دولتوں سے انہیں خوب نوازا۔ ان کی زبان کو تاثیر کی عظمتوں سے سرفراز فرمایا۔ غرض موصوف ایک ہر دلعزیز شخصیت تھے، جن سے ہم محروم ہو گئے ہیں ؎

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے — سبزۂ نورستہ اس گھر کی نگہبانی کرے

نعت

اُنھیں شامل تو کرلوں داستاں میں
یہ مشکل ہے کہاں وہ اور کہاں میں

تکلف برطرف یہ بات سچ ہے
نہیں ہوں نعت کے شایانِ شاں میں

رسائی ان کی ہے عرشِ بریں تک
سیہ بخت و نصیبِ دشمناں میں

ادا میں حق کروں ان کی مدح کا
نہیں ہے یہ میرے وہم و گماں میں

متاعِ کُن فعاں کے وہ ہیں مالک
زُلف بُردہ متاعِ رائگاں میں

جہانِ آب و گِل کی بات کیا ہے
نہیں ان کا مقابل دو جہاں میں!

ہے ان کی آمد آمد کا قرینہ
بڑی وارفتگی ہے لامکاں میں

ستارے ان کے جو زیرِ قدم تھے
سجائے ہیں کسی نے کہکشاں میں

تڑپ جائیں جسے سن کر مسلماں
اثر اتنا تو ہو میری اذاں میں

اُدھر دشمن ہوئے ہیں غرقِ آہن
اِدھر ٹوٹی ہوئی ناقص کماں میں

خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے
نہیں کوئی محافظ کارواں میں

جہاں دل ساتھ دے قول و عمل کا
وہیں تاثیر آتی ہے زباں میں

غلامی ان کی راس آئی ہے اسرار
بنا ہوں ان کی مدحت کا نشاں میں

جناب اسرار احمد سہاوری